© rasailojaraid.com

علم النفسیات کا ایک افادی پہلو

لفٹیننٹ کرنل جناب خواجہ عبدالرشید صاحب آئی۔ایم۔ایس

علم النفس کی متعدد تعریفیں کی جا چکی ہیں مگر ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جو اس اصطلاح کو پوری طرح واضح کر کے زندگی کے افادی پہلو پر روشنی ڈالتی ہو۔ اکثر کتابوں میں جو تعریف ہمیں ملتی ہے وہ یوں ہے کہ "علم النفسیات ذہن (یا روح) اور ذہنی عملیہ (Mental Process.) کا علم ہے"

ہمارے نزدیک یہ تعریف نامکمل ہے، کیونکہ تعریف جب تک ایک اصطلاح، لفظ یا عبارت کی مکمل طور پر تشریح نہ کردے وہ تعریف کہلانے کی مستحق نہیں ہے علم النفس کی تعریف میں روح یا ذہن کا لفظ موجود ہے۔ جو بذات خود مزید تعریف کا مقتضی ہے۔ اسی لئے اگر ایک لفظ یا اصطلاح کی تعریف میں مزید تعریف کی ضرورت پڑے تو وہ تعریف نہ ہی صرف نامکمل بلکہ ناقص بھی ہوتی ہے اور تعریف کے معانی اور مقاصد بھی یہی ہیں کہ جو کچھ ایک لفظ یا عبارت کے اندر معانی پنہاں ہوں وہ صاف صاف ظاہر ہو جائیں اور سمجھنے میں دقت نہ پیش آئے۔

مثلاً میں ایک میز پر بیٹھا اس وقت لکھ رہا ہوں۔ اگر سامنے بیٹھے ہوئے شخص سے دریافت کروں کہ میز کیا چیز ہے تو وہ یقیناً یہی کہے گا کہ یہ ایک لکڑی کی ایسی ترکیب ہے جس کے چار یا تین پاؤں ہوتے ہیں اور ان کے اوپر ایک مناسب لمبائی چوڑائی کا تختہ ہوتا ہے جس پر سہارا لیکر لکھتے ہیں تو گویا اس تعریف سے ہم سمجھ گئے کہ یہ میز ہوتی ہے لیکن اگر وہ صرف اتنا کہاہے کہ یہ ایک لکڑی کا ڈھانچا ہے جو لکھنے کے لئے استعمال ہوتا ہے تو یہ بات بہت مہمل سی ہوگی کیونکہ لکڑی کے بہت سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈھانچے بنائے جاسکتے ہیں جو لکھنے کے کام آتے ہیں مگر میز نہیں ہوتے۔ تو یہ دوسری تعریف نامکمل ٹھہری کیونکہ مزید تشریح چاہتی ہے۔

یہی ہمارا مطلب علم النفسیات کی تعریف سے ہے کہ جو عام طور پر رائج ہے وہ نامکمل اور ناقص ہے۔ ہم علم النفس کی تعریف یوں کرنا چاہتے ہیں کہ یہ ایک ایسا علم ہے جو انسانی سیرت (Behaviour.) کی تحلیل (Decipherment or Interpretation) کرتا ہے۔ اس تعریف سے تمام وہ خصوصیات واضح ہو جاتی ہیں جو علم النفس کی اصطلاح کے اندر مخفی ہیں چونکہ علم النفس کا تعلق روح یا ذہن کے ساتھ ہے اور روح اپنی حقیقت کو حرکات و سکنات اور عادات واطوار کے ذریعہ ظاہر کرتی رہتی ہے اس لئے ہم نے سیرت کا لفظ استعمال کر کے روح کی ایک صفت کو نمایاں کر دیا ہے۔ صرف سیرت (Beharour) ہی زندگی کا ایک ایسا نفسیاتی پہلو ہے جو روح کا تعلق جسم کے ساتھ ظاہر کرتا ہے اور یہی تعلق ہے جہاں علم النفس زندگی کے مختلف شعبوں میں مداخلت کرتا ہے۔ زمانہ قدیم سے علماؤ حکما نے روح یا ذہن کی تعریف کرنی چاہی مگر وہ آج تک اس کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے اور نہ ہی تعریف کر سکے۔ اور جب کبھی انہیں کوئی مناسب تعریف سوجھی تو وہ تعریف نہ ہوئی بلکہ ایک تشریح ہوتی تھی جس میں تعریف طلب جزیات پھر بھی رہ جاتی تھیں اور وہ اس کی صفات کا ایک بیان ہوتا تھا۔

رہی یہ بات کہ روح اور جسم کا تعلق کیا ہے تو یہ قدیم نظریوں سے ذرا زیادہ خصوصیت کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔ جدید نفسیات میں یہ تمام نظریے موجود ہیں مگر یہ وہی ہیں جو زمانہ قدیم سے چلے آتے ہیں۔ لاطینی کے بعد عربی میں منتقل ہوئے اور عربی سے اب انگریزی میں منتقل ہو رہے ہیں مگر عوام چونکہ ان زبانوں سے ناواقف ہیں اس لئے وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ ایک بالکل نئی چیز ہے حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ بالڈوِن (Baldwin) اپنی مشہور کتاب تاریخ علم النفسیات (History of Psychology Vol II . . .) حصہ دوئم میں یہ ذکر کرتا ہے کہ سب سے پہلا شخص جس نے اس تعلق کو معلوم کیا وہ ابنِ رشد (Averroes) تھا۔ بہر حال جہاں تک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعریف کا تعلق ہے اس میں کچھ اضافہ نہیں ہوا۔ حقیقت وہی ہے جو قرآن کریم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر اعلان کردی تھی۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط	اور (اے پیغمبر!) یہ لوگ تجھ سے روح کے بارے میں سوال
قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ	کرتے ہیں تو کہدے، روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے
وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ	اور تمہیں (اسرارِ کائنات کا) علم جو کچھ دیا گیا ہے وہ بہت
اِلَّا قَلِيْلًا۔	تھوڑا ہی (اس سے زیادہ تم نہیں پا سکتے)۔"

بہر حال روح کی تعریف نہیں ہوسکتی اور نہ ہی آج تک کسی نے کی ہے۔ اس کی محض یہی وجہ ہے کہ انسان کا علم اس سے متعلق بہت قلیل ہے اور ہمارے نزدیک قرآن عزیز کے اس جواب سے بہتر اور جواب کوئی ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ یہ کہکر اس نے وہ تمام دروازے بند کردیئے جو شک اور الحاد کے تیر انسان کے قلب میں اتار دیتے ہیں۔ اسی لئے جب انسان نے یہ محسوس کیا کہ وہ روح کی تعریف کرنے سے قاصر ہے تو اس نے اس کی صفات بیان کرنا شروع کردیں، ٹھیک جس طرح اس نے اپنے رب کا جستجو میں سراغ نہ پایا تو اس کی صفات کو بیان کرنا شروع کردیا۔

اس مختصر سی تمہید سے ہمارا مدعا یہ واضح کرنا ہے کہ علم النفس کی جو تعریف آجکل کی جاتی ہے وہ ناقص ہے اور اس سے کسی طرح بھی مطلب واضح نہیں ہوتا۔ اور زندگی کا نفسیاتی پہلو معلوم کرنے کے لئے لازم ہے کہ اول یہ معلوم ہو کہ علم کیا ہے۔ ہم نے جو تعریف ابھی سطورِ بالا میں کی ہے یعنی علم النفس انسانی سیرت کی تحلیل کو کہتے ہیں۔ اس کو پیشِ نظر رکھکر ہم زندگی کے نفسیاتی پہلو کو، جو ہمہ تن افادیت سے پُر ہے، پیش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مقالہ حافظہ سے لکھا جا رہا ہے اگر امثال و اقوال میں کہیں ترتیب غلط ہوگئی ہو تو نظر انداز کر دیجئے۔

روح اور جسم کا تعلق

علمی دنیا میں اس تعلق کا بہت گہرا مطالعہ کیا جا چکا ہے اور ہم کہہ آئے ہیں کہ اس تعلق کو سب سے پہلے واضح کرنے والا شخص ابنِ رشد (Averroes.) تھا۔ جو نظریے اس وقت تک ہماری نگاہ میں آئے ہیں ہم انھیں اختصاراً یہاں بیان کردیتے ہیں تاکہ آئندہ صفحات کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

اول وہ نظریہ ہے جس کو میٹریل ازم (.Materialism) کہا جاتا ہے۔ میٹرلسٹ (.Materialist) کہتا ہے کہ وجود (یعنی مادہ) روح پر اثر کرتا ہے اور اس سے حرکات صادر ہوتی ہیں مثال کے طور پر وہ یہ بات پیش کرتا ہے کہ اگر جسم پر چوٹ لگ جائے تو انسان درد محسوس کرتا ہے یہ شعور اس بات کا ثبوت ہے کہ مادہ نے روح پر اثر کیا۔

دوسرا نظریہ آئیڈیل ازم (.Idealism) کا ہے جو یہ کہتا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ روح، جسم یعنی مادے پر اثر انداز ہوتی ہے اس کے ثبوت میں جو دلیل پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جب ہم خوفزدہ ہوتے ہیں یا اور کوئی بُری خبر سنتے ہیں تو فوراً ہمارے دل کی حرکت بڑھ جاتی ہے حلق خشک ہو جاتا ہے اور غالباً ہمارا بلڈ پریشر (.. Blood Pressure) بھی خبر کے مطابق بڑھتا گھٹتا رہتا ہے جدید طب نے انٹرنل سیکریشن (.. Internal Secretion) کا نظریہ پیش کر کے اس چیز کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ جب ہمارے ذہن پر کسی ایسی خبر یا حالت کا اثر ہوتا ہے تو ہمارے جسم کے اندر چند ایک ایسے غدود (Glands) ہیں جن سے لعاب (Secretions) پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ لعاب (Secretions) جب خون میں مل کر اس کے ساتھ دورہ کرتے ہیں تو قلب اور جگر پر پہنچ کر مختلف قسم کے اثرات پیدا کرتے ہیں جو ہمیں دل کی حرکت اور دیگر علامات میں نظر آتے ہیں۔

مندرجہ بالا دونوں نظریے بہت موزوں معلوم ہوتے ہیں مگر تحقیق یہاں رک نہیں جاتی اور ایک قدم اور آگے بڑھ کر ان نظریوں کی تردید کر دیتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ یہ دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ نہ ہی صرف روح جسم پر یا جسم روح پر اثر کرتے ہیں بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے پر متواتر اور یکساں طور پر اثر کرتے رہتے ہیں اور اس نظریے کو ان محققوں نے انٹرایکشن ازم کے نام (Interactionism) سے منسوب کیا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک مسلسل حرکت اور جدوجہد انسانی جسم میں بھر جاتی ہے۔ اس نظریے پر ایک زبردست اعتراض یہ کیا گیا کہ یہ ناممکن ہے کہ غیر مادی چیز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مادی اشیاء پر اثر کرکے حرکت یا قوت (Energy.) پیدا کرے۔ حالانکہ قانونِ حفظِ قوت (The Law of Conservation of Energy.) کے مطابق یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ ہر حالت میں حرکت، یا قوت (Energy.) پیدا کرنے کے لئے بعض مادی اشیاء کا دوسری مادی اشیاء پر اثر انداز ہونا ضروری ہے ورنہ حرکت یا قوت پیدا کرنا ناممکن ہے۔

اس صدی میں علم النفس کے اور بھی مذاہب پیدا ہوگئے ہیں۔ یہ بھی کوئی نئی بات نہیں بتاتے وہی زندگی کے چند موٹے اصولوں پر غور وفکر کرکے ان کو ذرا پھیلا دیتے ہیں اور جدید تہذیب اور تمدن کے مطابق ان کو اپنا لیتے ہیں۔

امریکن مذہب سیرت (Behanourism) کی تائید کرتا ہے وہ تمام تر زور انسانی حرکات وسکنات پر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ علم النفس محض انسانی حرکات وسکنات کا علم ہے یہ تعریف ہمارے نظریے سے بہت حد تک تطابق رکھتی ہے اور ہم اسی تعریف کو اختیار کرکے مزید گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

دیگر نفسیاتی مذاہب میں سب سے نمایاں ہمیں ڈاکٹر زگمنڈ فرائڈ (Sigmund Freud.) کا مذہب دکھائی دیتا ہے۔ ڈاکٹر ینگ (Dr. Jung..) اور ڈاکٹر ایڈلر (Dr. Adler..) کے مذاہب بھی اسی کی شاخیں ہیں۔ دراصل ینگ اور ایڈلر، ڈاکٹر فرائڈ ہی کے شاگرد تھے جنھوں نے ان کے نظریات کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے علیحدگی اختیار کرلی اور اپنا اپنا مذہب بنایا۔ ان تمام جدید نفسیاتی مذاہب میں سب سے زیادہ جس مذہب میں ہمیں زندگی کا افادی پہلو نظر آتا ہے وہ ڈاکٹر ایڈلر ہی کا مذہب ہے اگرچہ ڈاکٹر فرائڈ کے نظریہ تحلیل نفسی (Psychoanalysis.) میں بھی کارآمد جُز موجود ہیں۔ تاہم اس کے نظریوں میں اکثریت تک بندیوں کی ہے۔ اور کوئی نئی تحقیق وہ پیش نہیں کرتے۔ ڈاکٹر فرائڈ کا خوابوں کی تعبیر کا نظریہ اس کی (Theory of Sex..) کے ساتھ منضبط ہے۔ انسان کے نفسیاتی ارتقا کے مسئلہ پر وہ اسی نظریہ کے ماتحت بحث کرتے ہیں مگر یہ بھی کوئی اچھوتا نظریہ نہیں۔ اس قسم کے نظریے مدت سے موجود ہیں۔

البتہ انھوں نے جو نظریہ لاشعوریت (Theory of The Unconscious.)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیش کیا ہے وہ کسی حد تک مفید ثابت ہو رہا ہے لیکن وہ بھی جہاں تک اس کا تعلق تحلیلِ نفسی (Psychoanalysis) کے ساتھ ہے ایک تک بندی ہے۔ تحلیلِ نفسی کے عمل کو ہم کسی حد تک عقل و ادراک (Commonsense.) کے ساتھ تشبیہ دے سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم ڈاکٹر فرائڈ کا ایک ادنیٰ تجربہ بیان کرتے ہیں جو دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ڈاکٹر فرائڈ ریل میں سفر کر رہے تھے اور ان کے ساتھ ایک نوجوان بھی ان کا ہم سفر تھا۔ گفتگو کے دوران میں اس نوجوان نے ایک لاطینی محاورے کا لفظ غلط استعمال کر دیا۔ غالباً اسے لاطینی زبان میں اتنی مہارت نہ تھی مگر ڈاکٹر فرائڈ نے اس غلطی سے اور ہی نتیجہ اخذ کرنا چاہا۔ چنانچہ ڈاکٹر فرائڈ نے تجویز پیش کی کہ وہ اس کی تحلیل نفسی (Psychoanalysis.) کر کے اس کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس غلطی کی وجہ کیا ہے۔ درحقیقت اس سے ڈاکٹر فرائڈ کا منشا یہ تھا کہ اس نوجوان کے غیر شعوری ذہن میں جو اثرات موجود ہوں ان کو ظاہر کر کے اس غلطی کی وجہ معلوم کر لی جائے۔ ساتھ ہی ڈاکٹر فرائڈ نے اس نوجوان کو اور یقین دلانے کے لئے اپنا کارڈ پیش کرتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔ نوجوان بہت خوش ہوا اور اس میں اور زیادہ دلچسپی پیدا ہو گئی چنانچہ اس نے اپنے آپ کو اس عمل کے لئے ڈاکٹر فرائڈ کے حوالے کر دیا۔

یہاں یہ بتانا نامناسب نہ ہوگا کہ یہ جو لاطینی زبان کا لفظ اس نے غلط بولا تھا تو وہ لفظ کچھ لفظ (Liqious.) کی مانند تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر فرائڈ نے اپنا عمل Free Assciation. کا شروع کیا۔

یہاں یہ بات بھی گوش گذار کر دینی نامناسب نہ ہوگی کہ ڈاکٹر فرائڈ کے استاد ڈاکٹر شارکو (Charcot) نے جو طریقہ اس عمل کے لئے اول استعمال کیا تھا اس کا نام اس نے (Mental-Catharsis.) رکھا تھا۔ مگر ڈاکٹر فرائڈ کو یہ رد کر دینا پڑا اور اپنا یہ نیا طریقہ ایجاد کرنا پڑا جس کا نام اس نے (Free Assocation Method.) رکھا۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ شارکو (Charcot) کے عمل میں مسمریزم (Mesmerism.) کا استعمال لازمی تھا اور چونکہ یہ عمل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عوام کے لئے مشکل تھا اسی لئے انھوں نے ایک آسان طریقہ ایجاد کر لیا۔ اس عمل کے مطابق جس شخص کی تحلیلِ نفسی کرنا مقصود ہوتا ہے اسے سامنے بٹھا لیا جاتا ہے اور تھوڑے تھوڑے وقفے پر اس پر سوالات کئے جاتے ہیں جو زیادہ تر اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ پھر جو کچھ اس کے ذہن میں ہوتا ہے وہ بلا تامل ایمانداری سے بتا دیتا ہے۔ پھر ان جوابات کو اکٹھا کر کے ان سے اس کے غیر شعوری ذہن (Subconscious Mind.) میں جو کچھ ہوتا ہے اس کو ظاہر کر دیا جاتا ہے یہی وہ ذہن کا حصہ ہے جس میں تمام گزشتہ تجربات محفوظ رہتے ہیں اور ماہرین ضرورت کے وقت ان کو برآمد کر لیتے ہیں۔

چنانچہ ڈاکٹر فرائڈ نے اس نوجوان سے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد مندرجہ ذیل سوال کئے جسے ہم ایک مکالمے کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر فرائڈ :۔ بتاؤ اس وقت تمہارے ذہن میں کیا خیال گھوم رہے ہیں؟

نوجوان :۔ میں اس وقت یہ سوچ رہا تھا کہ ایک باغ میں بھاگا جا رہا ہوں اور میرے پیچھے ایک حسین لڑکی روتی ہوئی بھاگتی آ رہی ہے۔

ڈاکٹر فرائڈ :۔ یہ جو لفظ تم لاطینی زبان کا غلط بول گئے ہو، کیا اس کے لگ بھگ تمہیں کوئی اور لفظ بھی یاد ہے؟

نوجوان :۔ ہاں۔ Liquid (1) Liquor (2) Liquification (3)

ڈاکٹر فرائڈ :۔ (کچھ دیر ٹھیر کر اور ان کے جوابات کو کاغذ پر نقل کرتے ہوئے) اب کیا سوچ رہے ہو؟

نوجوان :۔ اس وقت مجھے یسوع کا وہ معجزہ یاد آ گیا تھا جہاں خون شہد بن جاتا ہے۔

ڈاکٹر فرائڈ :۔ (کچھ اور دیر کے بعد) اس وقت کیا خیال تمہارے دماغ میں ہے؟

نوجوان :۔ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے ایک کیلنڈر نمودار ہوا تھا اور میں اس پر تاریخوں کے نشان دیکھ رہا تھا۔

اس کے بعد ڈاکٹر فرائڈ نے سوالات کا سلسلہ بند کر دیا اور کچھ عرصہ کے لئے کاغذ کو لیکر اس پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محو ہو گئے۔ چند منٹ کے بعد تو جوان کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ میں نے وجہ معلوم کر لی ہے تمہاری اس غلطی کی۔ اور وہ یہ ہے کہ تمہاری بیوی ایک ایسے مرض میں مبتلا ہے جس میں حیض کی بے قاعدگی کی وجہ سے درد ہوتا ہے اور جس کو (Dysmenorrhea) کہتے ہیں!! نوجوان یہ سن کر چونک اٹھا اور اُس نے اِس حقیقت کا اعتراف کر لیا۔

اب رہی یہ بات کہ ڈاکٹر فرائڈ نے مندرجہ بالا سوال وجواب سے یہ کس طرح اخذ کر لیا تو یہ بات تھوڑے سے غور کے بعد ظاہر ہو جاتی ہے۔ ان جوابات کی تشریح اشاری (Symbolical) ہوتی ہے اور ضروری نہیں کہ جو جواب ہوا ُس کو اسی طرح سمجھ لیا جائے بلکہ اس سے اور اشارات بھی اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر فرائڈ نے، عورت، خون، رونا، کیلنڈر، ان تمام امور کو جمع کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ اس نوجوان کی بیوی کو یہ مرض لاحق تھا اور اس کا اثر اس کے ذہن پر اس قدر تھا کہ اس نے مجبور کیا کہ یہ لفظ غلط ادا ہو۔

یہ واقعہ ایک معمولی مثال ہے تحلیلِ نفسی کی، جو ڈاکٹر فرائڈ نے غالباً اپنے لکچرز میں بیان کی ہے۔ میں یہ حافظے سے لکھ رہا ہوں۔ کتاب پاس نہیں ورنہ حوالہ دیدیا جاتا۔ اس مثال کو خواہ کسی نگاہ سے دیکھا جائے اس میں بہت حد تک تُک بندی نمایاں ہے۔ ہم ایسی تشریحات Symbolical Interpretation.) کے لئے کوئی خاص قانون مقرر نہیں کر سکتے۔ ہر چیز کو کسی خاص تعبیر کے ساتھ وابستہ کر دینا درست نہیں۔ اگر یہ درست ہے تو کیا یہ تُک بندی نہ ہوئی؟ ہمارا اس چیز کو بیان کرنے سے مقصد یہ تھا کہ انسانی حرکات وسکنات خواہ وہ جسمانی ہوں یا زبانی، ہر ایک میں معانی پنہاں ہوتے ہیں۔ جو ایک دقیق نظر رکھنے والا سمجھ جاتا ہے اور ایسی باتوں کی وجہ معلوم کر سکتا ہے خواہ وہ کوئی بھی طریقہ استعمال کرے۔ یہی چیز ترقی کرتے کرتے نفس شناسی اور کشف کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔

یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ ہر حرکت، یہاں تک کہ جسم کی ساخت اور چہرے کی بناوٹ بھی چند امور اور وجوہات پر منحصر ہوتی ہے۔ اگر یہ درست ہے تو یقیناً یہ وجہ معلوم کی جا سکتی ہے۔ چہرے کی بناوٹ، زندگی کے تجربات کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے اور اسی طرح انسان کے خیالات اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فکری تجربات کے مطابق نشوونما پاتے رہتے ہیں مگر ابھی تک یہ علم اتنا ترقی نہیں کر گیا کہ عوام اس سے مستفید ہو سکیں۔ ہر شخص کے تجربات کی نوعیت مختلف ہوتی ہے اور ان سے ہی وہ اپنے زندگی کے اصول کو پرکھتا ہے۔

انسان کی زندگی میں بہت سے فعل کچھ عجیب طرح سے واقع ہو جاتے ہیں جن کو وہ خود محسوس نہیں کرتا مگر بعد میں اس کو ان کا احساس ہونے لگتا ہے لیکن چونکہ یہ افعال خاص تاثرات کے ماتحت ہوتے ہیں اس لئے جاری رہتے ہیں تاوقتیکہ وہ خود ان کی وجوہات کی تہ تک نہ پہنچ جائے یا کوئی ماہر نفسیات اس کی نفسی تحلیل (Psychoanalysis) نہ کرے۔ ایسے افعال نہ صرف جسمانی حرکات وسکنات میں سرزد ہوتے ہیں بلکہ گفتگو اور تحریر میں بھی اکثر دیکھنے میں آئے ہیں۔ ان میں حرکات والفاظ کی نقل کچھ اس طرح ہو جاتی ہے کہ جو الفاظ یا حرکات پیش نظر ہوتے ہیں ان سے بالکل مشابہ حرکات اور الفاظ استعمال ہوتے ہیں مگر ان کے معانی اور مقاصد بالکل برعکس نکل آتے ہیں۔ بسا اوقات ان میں ایک مزاحیہ رنگ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تقریر میں بھی یہی حال ہوتا ہے۔ اس فعل کو انگریزی زبان میں سپونرازم .... (Spoonerism.) کہا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح ڈاکٹر سپونر (Spooner) کے نام کے ساتھ وابستہ ہے جن کی زندگی ایسے حادثات سے پُر تھی۔ چند ایک کا یہاں بیان کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

ڈاکٹر سپونر (Dr. Spooner) کی عادت تھی کہ وہ اپنے کام سے بہت دیر کے بعد فارغ ہوتے تھے۔ چنانچہ گھر واپس لوٹنے میں اکثر دیر ہو جاتی۔ ان کا یہ رویہ ان کی بیوی کو بہت ناگوار گذرتا۔ اور اکثر ان کی اسی بات پر ناراضگی رہتی۔ گویا یہ تنازع ہر روز جاری رہتا۔ ڈاکٹر سپونر کا یہ قاعدہ تھا کہ جب گھر کو کام سے فارغ ہو کر واپس لوٹتے تو موٹر سے اتر کر ورانڈے میں آتے اور اپنی ٹوپی کھونٹی پر لٹکا دیتے اور چھڑی پاس ہی ایک کونے میں کھڑی کر دیتے۔ ایک روز ڈاکٹر صاحب کو معمول سے زیادہ دیر ہو گئی اور آپ بہت گھبرا گئے کہ آج خوب گت بنے گی۔ چنانچہ اسی خیال میں گھر پہنچے اور ارادہ کیا کہ آج چپکے سے موٹر دوسری جگہ کھڑی کروں گا اور آہستہ سے ورانڈے میں داخل ہو جاؤں گا جب وہ ورانڈے میں پہنچے تو حسب معمول ان کی بیوی منتظر نہ تھی۔ اس بات کو دیکھ کر وہ اور گھبرا گئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوران کی پریشانی بڑھ گئی۔ چنانچہ اس گھبراہٹ میں جلدی سے انھوں نے چھڑی کو بجائے ٹوپی کے کھونٹی پر لٹکا دیا اور خود بجائے چھڑی کے جا کر کونے میں کھڑے ہو گئے! بہت عرصہ یوں ہی کھڑے رہنے کے بعد ان کی بیوی باہر نکلی اور اس نے یہ ماجرا دیکھا تو بیساختہ ہنس پڑی۔

اسی طرح تقریر میں بھی یہ چیز اکثر ملتی ہے۔ انگریزی کی ایک دلچسپ مثال یوں ہے کہ ایک صاحب تقریر کرنے کھڑے ہوئے اوران کی تقریر اس فقرے سے شروع ہوتی تھی On this Auspicious occasion. بجائے اس کے جب آپ نے تقریر شروع کی تو فرمایا On this Suspicious occasion.!! گو کہ اس قسم کی مثالیں ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں ملتی ہی رہتی ہیں۔ اس اصطلاح کو اور ناموں سے بھی واضح کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً Mal-Apropism یا Maladjustment بھی کہہ سکتے ہیں۔ ان تمام غلط حرکات کی وجوہات تحلیل نفسی (Psychoanalysis) کے عمل سے معلوم کر لی جا سکتیں اور اسی طرح ان کا علاج بھی ممکن ہے۔

میں اپنے موضوع سے دور نکلا جا رہا ہوں لیکن ان امثال کا بیان کر دینا بھی ضروری تھا تاکہ اس امر پر زور دیا جائے کہ کس طرح ذہن پر تجربات اثر کرتے ہیں اور کن کن شکلوں میں وہ نمودار ہوتے ہیں۔ یہ تجربات اور اثرات انسان کے غیر شعوری ذہن میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور ایک الجھاؤ (Complex) پیدا کر دیتے ہیں۔

ڈاکٹر ایڈلر کا جب ڈاکٹر فرائڈ کے ساتھ اختلاف واقع ہوا تو انھوں نے اپنا ایک نیا مذہب اختیار کیا جس کا نام انھوں نے Individual psychology رکھا۔ اس کی رو سے وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ انسانی حرکات اور عادات بچپن کے تجربات اور ذہنی تاثرات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جوں جوں عمر بڑھتی ہے تو جس جس ماحول سے انسان ہو کر گذرتا ہے وہ اپنا اپنا اثر پیدا کرتے رہتے ہیں اور ان اثرات کے مطابق اس کی زندگی نشو و نما پاتی رہتی ہے۔ اس کی تفصیل بہت لمبی ہے تاہم جستہ جستہ اگر ان نظریات کی تشریح کر دی جائے تو یہ موضوع سمجھنے میں آسانی رہے گی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر ایڈلر کا بیان ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اپنے گردونواح سے متاثر ہونا شروع ہو جاتا ہے اور اول اول جو اثرات اس پر اثر کرتے ہیں وہ والدین اور بہن بھائیوں کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ان اولین اثرات کو وہ خاندانی اثرات (Family Influences.) کا نام دیتے ہیں۔ اس نظریے میں بہت سے امور داخل ہیں۔ اول یہ کہ بچہ اکلوتا ہے یا اس کے اور بھی بہن بھائی ہیں اگر اکلوتا ہے تو یقیناً لاڈلا ہوگا اور اس کی زندگی ویسی ہی ہوگی جو لاڈلے بچوں کی ہوتی ہے۔ یعنی ضدی طبیعت، سست، خود کام نہ کرنے والا، بلکہ ہر کام کے لئے دوسرے کا منتظر کہ وہ اس کا کام کر دیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس کا کوئی بڑا بھائی ہے تو وہ بہت جدوجہد والا ہوگا اور ہمیشہ اس تاک میں رہے گا کہ بڑے بھائی سے آگے نکل جائے یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اس کو اس بات کا شعور ہوتا ہے کہ وہ چھوٹا ہے اور یہ کمی وہ دوسرے طریقوں سے پوری کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد اس کے والدین کا آپس میں اور اس کے ساتھ تعلق بھی بہت حد تک اثر کرتا ہے۔ والدین کے باہمی تنازع اس کے ذہن پر بہت جلد اثر انداز ہوتے ہیں۔ بچہ اگر لڑکا ہے تو وہ ماں سے زیادہ محبت کرے گا اور باپ سے کم اور اگر لڑکی ہے تو باپ سے زیادہ پیار کرے گی۔ یہ ایک قدرتی اور نفسیاتی فعل ہے جس کی تصدیق تجربہ بھی کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ جب اور بڑا ہوگا تو اپنی جسمانی حالت کا جائزہ لیگا اور گھر کے بیرونی ماحول سے متاثر ہوگا۔ اگر وہ خوش شکل اور قد آور ہے تو وہ اپنے میں کوئی کمی محسوس نہیں کرے گا لہذا اس میں کسی طرح کا Complex پیدا نہیں ہو سکتا۔ اگر قد و قامت میں چھوٹا اور صحت میں کمزور ہوگا تو اس کو اس بات کا احساس ہو جائے گا کہ اس میں ایک کمی موجود ہے اور وہ احساسِ کمتری - Inferiority Complex. کا شکار ہو جائے گا۔ وہ اس کمی کو دوسرے طریقوں سے پوری کرنا چاہے گا اور اس کوشش اور جدوجہد میں اپنے ساتھیوں سے آگے نکل جائے گا۔ چنانچہ دنیا میں جس قدر بھی بڑے آدمی گذرے ہیں یا موجود ہیں ان میں اکثریت پست قد والوں کی تھی مثلاً لیونارڈو ڈاونچی ... (Leonardo do Vinci.) اور نپولین (Neopolean.)!

ڈاکٹر ایڈلر زندگی کی کامیابی کا انحصار احساس کمتری یعنی Inferiority Complex

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر رکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں نفسیاتی دنیا میں (Supiriority Complex.) کوئی چیز نہیں۔ درحقیقت جو کچھ ہے وہ ہیچ مقداری ہی ہے۔ یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی بڑا بنتا ہے اور اپنے آپ کو اس طرح ظاہر کرتا ہے جیسے وہ عوام سے بالاتر ہے تو اس میں ظاہریت ہوتی ہے جو محض ان کی بناوٹ ہوتی ہے ہم اس کو (Supiriority Complex.) نہیں کہہ سکتے درحقیقت ایسا شخص اپنی خامیوں کا احساس کر دیتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ دوسرے بھی میرے متعلق یہ جانتے ہیں۔ ان کمزوریوں کو چھپانے کے لئے وہ بڑا بن کر دکھاتا ہے۔

ڈاکٹر ایڈلر اس ہیچ مقداری کو زندگی میں ترقی کا دارومدار سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جب تک اس کا احساس انسان کو نہ ہوگا وہ ترقی نہیں کر سکتا۔ البتہ کچھ عقلمند لوگ ایسے ضرور ہوتے ہیں جو اپنی کمزوریوں کا ایمانداری کے ساتھ اپنے دل میں اعتراف کر لیتے ہیں اور پھر خاموشی کے ساتھ اپنے آپ کو سدھارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر ان کی زندگی میں ایک نہ ایک وقت ایسا آتا ہے جب وہ اس مرحلے سے گذرتے ہیں۔ مگر ایسے لوگوں کو جلد اس بات کا شعور ہو جاتا ہے اور پھر ان کی زندگی میں مسلسل سکون اور اطمینان پیدا ہو جاتا ہے وہ اپنے آپ کو سمجھنے لگ جاتے ہیں اور اپنے کام میں مگن رہتے ہیں۔ اور اس قسم کے Complex کو نزدیک نہیں پھٹکنے دیتے۔

اس کے بعد ڈاکٹر ایڈلر انسان کی مختلف حرکات کا علیحدہ علیحدہ جائزہ لیتے ہیں ان کا بیان بھی بہت تفصیل چاہتا ہے مگر ہم اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

پیشتر اس کے کہ ہم یہ بیان شروع کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی ایک آیت کی طرف توجہ مبذول کرا دی جائے جس میں اس پہلو کی طرف اشارہ ہے۔ درحقیقت اس ایک آیت میں وہ تمام لوازمات آجاتے ہیں جو ہیچ مقداری کی وجہ سے نتائج پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا	اور زمین پر اکڑ کر مت چلو یقیناً تم زمین میں
إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن	شگاف نہیں ڈال سکتے اور نہ ہی پہاڑوں
تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا	کی بلندی تک پہنچ سکتے ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس آیتِ کریمہ میں تمام علم النفسیات کا نچوڑ موجود ہے۔ اور تمام نظریے اسی ایک آیت کے گرد گھومتے ہیں۔ قرآنِ کریم فروتنی اور انکساری کا سبق دیتا ہے اور غرور کو تہ و بالا کرنا چاہتا ہے۔ یہ اسی لئے ہے کہ جب ہیچ مقداری حد سے زیادہ بڑھ جائے تو وہ غرور اور تکبر کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔ اور اس کے نتائج معلوم۔

ڈاکٹر ایڈلر انسان کی علیحدہ علیحدہ حرکات کو اس طرح تقسیم کرتے ہیں مثلاً وضع قطع۔ چال ڈھال، بود و باش نشست و برخاست وغیرہم۔ ان میں ہر ایک میں وہ علامات پاتے ہیں جو ہیچ مقداری کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں اور ان کی باقاعدہ تحلیل کرتے ہیں۔ ان تمام حرکات میں وہ انسان کی طبیعت اور فطرت جس پر ماحول نے اس کو ڈھالا ہے اس کی جھلک دیکھتے ہیں۔ مثلاً اکثر مشاہدہ میں آیا ہے کہ پست قد انسان پنجوں پر چلنے کا بڑا عادی ہوتا ہے یعنی وہ غیر شعوری طور پر اپنی لمبائی بڑھا کر دکھاتا ہے یا اگر دوسروں کے ساتھ کسی کمرے میں ہوگا تو بجائے کرسی کے جہاں اور بیٹھے ہیں وہ بلندی تلاش کرے گا اگر کوئی میز پاس ہوگی تو اس پر بیٹھ جائے گا!۔ یہ حقیقتیں ہیں جو ہم روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان حرکات کی وجوہات غیر شعوری ذہن میں موجود ہوتی ہیں جن کا احساس ہر وقت ایسے انسان کو رہتا ہے اور پھر وہ اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے ان تمام حرکات کا بغور مطالعہ کرکے ڈاکٹر ایڈلر اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ان کی وجوہات معلوم کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر فرائڈ کی طرح انھوں نے جنس یعنی sex پر بہت کم زور دیا ہے اُن کا زیادہ زور ہیچ مقداری ہی پر ہے جس کو وہ زندگی کا لازمہ سمجھتے ہیں۔ اپنی کتاب What Life Should mean to you. میں وہ اس ہیچ مقداری کو ایک نہایت دلچسپ مثال سے واضح کرتے ہیں۔

موصوف فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک عورت اپنے تین لڑکوں کو لیکر چڑیا گھر گئی۔ سب سے بڑے لڑکے کی عمر دس سال تھی اس سے چھوٹے کی چھ سال اور سب سے چھوٹا جو تھا تو وہ چار سال کا تھا۔ جب وہ شیر کے پنجرے کے سامنے پہنچے تو ان میں سے ایک نے شیر کے پنجرے کے اندر پتھر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھینک دیا۔ پتھر کا اندر جانا تھا کہ شیر نے سلاخوں پر چھلانگ لگائی اور دہاڑنے لگا۔ اب بچوں کی کیفیت ملاحظہ ہو۔ سب سے بڑا لڑکا ماں سے کہنے لگا کہ تم ذرا یہاں ٹھہرو میں جا کر اس کو سمجھاتا ہوں درمیانہ لڑکا جو تھا وہ ماں سے بولا کہ مجھے اور پتھر دو میں اس کو ابھی سیدھا کرتا ہوں۔ سب سے چھوٹا جو تھا تو ماں سے کہنے لگا کہ مجھے اس کی شکل پسند نہیں مجھے گھر لے چلو۔

ڈاکٹر ایڈلر ان بچوں کے بیانوں میں ہیچ مقداری کی جھلک پاتے ہیں جو عمر کے لحاظ سے ہر ایک میں مختلف احساس کا درجہ رکھتی ہے۔ ان سب کو اس بات کا احساس ہے کہ شیر طاقتور اور خوفناک حیوان ہے مگر یہ بچے اس کمزوری کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ غیر شعوری طور پر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ بچے ہیں اور شیر کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ مگر جب انھوں نے شیر کی حرکت پر اظہار خیال کیا تو کسی ایک نے بھی اس کی طاقت کا اعتراف کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اس کے بالکل برعکس یہی ظاہر کیا کہ یہ کیا معمولی سی چیز ہے ہم اس کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ سب سے چھوٹے بچے نے جس کی عمر ابھی چار سال ہی کی تھی یہ کہکر کہ ماں اس کو گھر لے چلے کیونکہ شیر کی شکل اس کو پسند نہیں۔ اظہار نفرت کیا تو شیر کو ایک معمولی چیز بتادیا۔ اس نے بھی شیر کو طاقتور اور خوفناک کہنا پسند نہیں کیا۔ اسی مثال میں ڈاکٹر ایڈلر نے تین قسم کی ہیچ مقداری بیان کردی ہے جو اکثر دیکھنے میں آتی ہے۔

ہمارے نزدیک یہ نظریہ ہیچ مقداری بہت دل لگتا ہے اور اس میں بہت سی حقیقتیں پنہاں ہیں۔ اکثر لوگ اس نظریے سے اتفاق نہیں کریں گے اور اسے قبول کرنے میں بہت پس و پیش کریں گے مگر یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ حقیقت سے انکار کرتا ہے اور اپنی کمزوریاں چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ علامہ اقبال کا ارشاد ہے۔

کیوں گرفتارِ طلسمِ ہیچ مقداری ہے تو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے!

ہم اس حقیقت سے ناآشنا ہیں جو ہمارے اندر پوشیدہ ہے اور اس کی محض وجہ یہی ہے کہ ہیچ مقداری کا شکار ہو کر ہم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اور اپنی مخفی قوتوں کو نشوونما نہیں دے سکتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر انسان نہ سمجھے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہیچ مقداری ہیں مستقل طور پر پھنس جاتا ہے اُسے انگریزی میں Fixation کہتے ہیں اور اس کے نتائج Obcession اور Dissociation of Consciousness یا Splitting of the self میں نمودار ہوتے ہیں، یہ تمام بذاتِ خود ایک مستقل موضوع ہیں مگر ہم ان کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے۔

دنیا میں جس قدر اختلافات موجود ہیں ان میں اکثریت ایسی ہے جو افراد کی ہیچ مقداری پر قائم ہے۔ اکثر علماء کا اختلاف بھی اسی وجہ سے ہے۔ ہر انسان کو خواہ وہ اس حقیقت کا اعتراف کرے یا نہ، اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ ایک شخص اس سے برتر ہے اور زیادہ شہرت حاصل کر گیا۔ اکثریت ہم میں ایسوں کی ہے جو اپنی فطری کمزوری اور ہیچ مقداری کی وجہ سے اس کو پسند نہیں کرتے اور اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ اس کو نیچا دکھایا جائے۔ اس سے اصل میں یہ مقصد نہیں ہوتا کہ واقعی دوسرا شخص لوگوں کی نگاہوں میں گر جائے گا بلکہ مدعا یہ ہوتا ہے کہ اسے چھوٹا ظاہر کر کے اپنے آپ کو بڑا بنایا جائے۔ یہی ہیچ مقداری ہے جو غیر شعوری طور پر کام کرتی رہتی ہے لیکن جو شخص (اور ایسے اشخاص بھی دنیا میں موجود ہیں) زندگی کے ان اصولوں کو جانتا ہے وہ یکسوئی اختیار کر کے اطمینان سے زندگی بسر کرتا ہے اور دنیا کے بُرا بھلا کہنے پر کان نہیں دھرتا۔ وہ خاموشی سے سب کچھ سُن لیتا ہے مگر کسی کے خلاف زبان نہیں کھولنا پسند کرتا۔ بس یہی ایک علامت ہے عقلمندوں کی اور اس سے ان کی شناخت ہم کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ مطمئن ہوتے ہیں کہ ان میں جو کمزوریاں ہیں وہ انھیں خوب جانتے ہیں اور خاموشی سے انھیں سدھارنے میں لگے رہتے ہیں۔ افراد کو چھوڑ کر اقوام کا بھی یہی حال ہے۔ یہ جنگ و جدال جو ہم دیکھتے ہیں تو یہ بھی ہیچ مقداری ہی پر منحصر ہے۔

اسی طرح ایک قوم جو ترقی کرنے کے بعد سب کچھ کھو بیٹھتی ہے تو وہ اس کمزوری اور کمی کو محسوس کرتی ہے۔ یہ بات نہیں کہ اُس کو اِس کا شعور نہیں ہوتا مگر جب بھی اُس سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنے آپ کو سدھارنے کی کوشش کرو تو وہ لڑنے پر آمادہ ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں اتنی اخلاقی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قوت ہی باقی نہیں ہوتی کہ وہ اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرے۔ یہ غصہ بھی ہیچ مقداری کی سب سے بڑی علامت ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک دلیر آدمی بہت کم غصے میں آتا ہے ہمیشہ ناتوان اور کمزور آدمی ہی غصہ کرتا ہے۔ ایسی اقوام اپنے ماضی پر نازاں ہوتی ہیں اور فخر کرتی ہیں کہ

"پدرم سلطان بود!"

اب ہم اس ہیچ مقداری ہی کے پہلو کو لیکر دیکھتے ہیں کہ ہماری زندگیوں میں یہ کس طرح مفید نتائج پیدا کر سکتی ہے۔

سب سے پہلی بات جس پر انسان کو غور و فکر کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی ہر حرکت اور فعل سے پہلے اس بات کا اندازہ لگالے کہ وہ کیوں یہ کام کرنا چاہتا ہے۔ کیا اس میں ہیچ مقداری کا تو ہاتھ نہیں؟ اگر صرف اسی ایک پہلو پر عمل کیا جائے تو انسان کی زندگی میں ایک اخلاقی ضبط پیدا ہو جائے گا ورنہ اگر وہ بغض و عناد اور حسد کی بنا پر کوئی حرکت کرے گا تو اس کے ذہن میں یقینی طور پر ایک اختلاط اور تذبذب پیدا ہو جائے گا۔ اور اگر وہ مطمئن ہو کر اپنے مقصد کی طرف بڑھے گا تو اس کے دل میں کسی قسم کا شک شبہ نہیں رہے گا۔ اسی طرح جب اس کے پاس کوئی شخص آئے تو بیشتر اس کے کہ وہ اس کی بات پر دھیان دے اُسے چاہیئے کہ فوری طور پر وہ اس بات کا اندازہ لگائے کہ اس شخص کے آنے کا مقصد کیا ہے اگر وہ اس کی فطرت سے واقف ہے تو اس کو یہ سمجھنے میں مشکل نہیں ہوگی اور وہ فوراً اس کے مدعا کی تہہ تک پہنچ جائے گا۔ آخر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ کوئی فعل سرزد نہیں ہو سکتا جب تک اس کی ایک خاص وجہ نہ ہو۔ یہانتک کہ ایک درخت کا پتہ بھی بغیر ہوا کے جھونکے کے یا اس کی ٹہنی ہلانے کے نہیں ہلتا تو جب اس شخص کے آنے کا حقیقی مقصد ہم کو معلوم ہو گیا تو پھر اس کی آمد کی اہمیت معلوم کرنے میں کوئی دشواری نہیں رہتی۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ اس دنیا میں جس قدر بناوٹ ہے تمام ظاہریت ہے اور ظاہریت ہیچ مقداری کا پیش خیمہ ہے۔ بناؤ سنگار حسینوں کی ایجاد نہیں بلکہ بدصورتوں کی اختراع ہے کیونکہ وہ حسینوں سی ہی حسین بننا چاہتے ہیں۔ اصلیت ہر حالت میں اصلیت ہی رہتی ہے چھپ نہیں سکتی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم نے مقالے کے شروع میں ذکر کیا تھا کہ جدید سائکالوجی میں مزید اضافہ کوئی اتنا نمایاں نہیں ہوا۔ بلکہ وہی پورانے نظریے نئی زبانوں کا جامہ پہن کر سامنے آرہے ہیں ہمیں علم النفسیات کے موجودہ نظریوں کے متعلق علمائے اسلام کی کتابوں میں جابجا یہی باتیں مختلف رنگوں میں ملتی ہیں۔ اگر انھوں نے ڈاکٹر فرائڈ کے بعض نظریوں کو جو اخلاقی سطح سے گرے ہوئے ہیں رد کردیا ہے تو وہ اس زمانے اور تہذیب کی بنا پر تھا ورنہ کوئی نئی بات نہیں جو ڈاکٹر فرائڈ بیان کرتا۔ ہمارے فقیہوں سے یہ بات چھپی ہوئی نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فیصلہ فرمایا ہے جو اپنے باپ کی بیوی کے ساتھ نکاح کرے۔ ابن السکن کی کتاب الصحابہ میں یہ درج کیا گیا ہے کہ خالد ابن ابی کریمہ نے معاویہ بن قرہ سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد یعنی معاویہ کے دادا کو ایک شخص کی طرف روانہ کیا جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا تھا کہ اس کی گردن اڑا کر لے آئے۔

اس حدیث سے اگرچہ باپ کی بیوی حقیقی ماں ثابت نہیں تاہم اُسے والدہ کا رتبہ ضرور حاصل ہے اور ڈاکٹر فرائڈ کے Oedepux Complex. میں حقیقی والدہ کا ذکر ہے مگر وہاں اُس کی اہمیت اس لئے کم ہوجاتی ہے کہ ماں کو بچے سے جدا ہوئے عرصۂ دراز ہوگیا جبکہ بچہ غالباً ایک دو سال کا تھا۔ پھر جب وہ جوانی کے وقت اپنی ماں سے ملتا ہے تو اس پر عاشق ہوجاتا ہے اور اُس کو بیاہ لیتا ہے۔ اس قسم کے امور پر علمائے اسلام نے زور نہیں دیا کیونکہ یہ تمام امر اخلاق سے گرے ہوئے تصور کئے جاسکتے ہیں اور دوسرے کہ ایسے نظریوں کا زندگی میں کوئی مفید مقصد نہیں۔

تمام کی تمام احادیث علم النفسیات سے بھری پڑی ہیں اگر ڈاکٹر ایڈلر ان میں سے بعضوں کا مطالعہ کرتے تو شک کی گنجائش نہیں کہ وہ اپنی Individual psychology. کو وہاں پاکر انگشت بدنداں ہوجاتے۔ میں چند ایک کی مثالیں یہاں دیتا ہوں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے بعضوں پر نفسیاتی رنگ میں بحث کی ہے۔ احیاء العلوم میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ چل کر میرا نکاح پڑھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے لڑکی کو دیکھ لیا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ نہیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ پہلے دیکھ لو تاکہ تمہارے دل میں اُنس پیدا ہو جائے۔ امام غزالیؒ اس کی تشریح نہایت تحقیق اور نفسیاتی پہلو سے کرتے ہیں کہ جدید سٹکالوجی بھی شرمندہ رہ جاتی ہے۔

ایک اور جگہ انھوں نے ایک اور حدیث بیان کی ہے کہ اپنے عزیز و اقارب میں شادی مت کرو کیونکہ اس سے ضعیف اولاد پیدا ہوتی ہے[۱]۔ اللہ اکبر۔ ڈاکٹر فرائڈ کی تمام Sexual Psychology اس پر فدا کی جا سکتی ہے۔ بیسویں صدی میں ماہرین سائنس عزیز و اقارب میں شادی Inter marriage کے خلاف لکھ رہے ہیں اور مختلف وجوہات بیان کرتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک خاندان میں ایک بیماری ہو تو وہ بدستور نسلاً بعد نسل چلی جاتی ہے۔ مگر ذرا وجہ ملاحظہ کیجئے۔ جو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی دور رس نگاہ بتاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ رشتہ داری میں ایک حجاب باقی رہ جاتا ہے اگرچہ شادی بھی ہو جاتی ہے اور اس حجاب کی وجہ سے شہوت مکمل طور پر نہیں آتی جس سے آدمی کی ذہنی کیفیت اور بہت حد تک عورت کی بھی ذہنی کیفیت اس طرح ہو جاتی ہے کہ اگر ایسی حالت میں جماع کیا جائے تو جو نطفہ قرار پائے گا وہ کمزور ہوگا۔

آج کل امریکہ میں ایک مذہب جو حرکات و سکنات کا نظریہ رکھتا ہے یعنی .... Behaviourism کا۔ وہ اس تجربہ میں بہت حد تک کامیاب ہو چکا ہے کہ جماع کے وقت سے لے کر بچے کی پیدائش تک کے عرصہ میں وہ باپ اور ماں پر چند ایک باتوں کا اثر کر کے (Suggestions) جس طبیعت کا بچہ چاہیں پیدا کر سکتے ہیں۔ درحقیقت یہ ناممکن معلوم نہیں ہوتا کیونکہ انسانی ذہن پر ایک خاص طریقہ سے اگر باقاعدہ اثر ڈالا جائے تو خاطر خواہ انجام حاصل ہو جاتا ہے۔ اچھے بھلے

---

[۱] امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ہر نقل کردہ روایت کو صحیح حدیث نہ سمجھنا چاہئے۔ اس باب میں ان کا مذہب صوفیائے کرام کا سا ہے۔ (برہان)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسان کو آپ پاگل کہیئے اور کچھ عرصہ تک اس کو کہتے رہیئے تو وہ ضرور ایک وقت پاگل ہو جائیگا مقصد صرف اتنا ہے کہ اس کے ذہن میں ہی نہ صرف خیال پیدا کردیا جائے بلکہ اس کو یقین بھی کرا دیا جائے۔ عورت کے ذہن پر اثر جو ہوگا وہ ہمیشہ رحم پر اثر کریگا اور رحم کی حرکت نطفہ پر اثر کرے گی۔

بہرحال اگر یہ سب کچھ درست ہے تو یہی حقیقت آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے واضح ہو چکی تھی۔ ابو علی سینا اپنی تصنیف کتاب النفس میں اس قسم کے نظریے پیش کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ یہی نظریے آج پھر از سرِ نو تازہ ہو رہے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ علوم جو فارسی اور عربی میں موجود تھے اب انگریزی، جرمن اور فرنچ میں منتقل ہو رہے ہیں اور عوام چونکہ ان زبانوں سے آشنا نہیں، ہماری حالت محض ایک جاہل کی سی ہے جو ایک نئی بات سُن کر چونک اُٹھتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اس میں نئی بات کوئی نہیں آپ کو کوئی حدیث ایسی نہیں ملے گی جس میں زندگی کے نفسیاتی پہلو ایک افادیت نہ رکھتے ہوں۔ ایک چھوٹی سی حدیث اور اس وقت یاد آگئی ہے جو اسی موضوع سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میزبان کے گھر جاؤ تو جس طرف سے کھانا آتا ہے اُس طرف پیٹھ کرکے بیٹھو، مبادا کہ گھر میں ملازم نہ ہو اور گھر کی عورتیں ہی کھانا برتا رہی ہوں اور شاید تمہاری نظر پڑ جائے۔ ان احادیث میں کس بلا کا مطالعہ ہے انسانی نفسیات کے متعلق قدم قدم پر Complexes کو روک دیا گیا ہے اور ایک ایسی صاف راہ بنا دی گئی ہے جو زندگی کے لئے بہت آسان ہے۔

کمالِ حُسن تری راہ گذر کو کیا کہیئے!

اس قسم کی بے انتہا مثالیں دی جا سکتی ہیں جن سے واضح کیا جا سکتا ہے کہ جس طرح ڈاکٹر ایڈلر نے اپنی Individual psychology کو مختلف جزئیات میں تقسیم کردیا ہے اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان بھی مختلف ابواب میں منقسم ہو چکے ہیں اور ہر باب ایک مستقل نفسیاتی پہلو رکھتا ہے۔ القصہ مطلب یہ ہے علم النفسیات کا افادی پہلو بس یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے ایماندارانہ زندگی بسر کرے اور ہر قسم کی ظاہریت اور بناوٹ سے بچے۔ احادیث کا یہ نفسیاتی پہلو عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے، ہم کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ زندگی کے کسی پہلو پر بھی اس قدر روشنی نہیں ڈالی گئی جتنی روشنی ہمیں احادیث میں ملتی ہے۔ سب سے بڑی چیز یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو اپنے رنگ اصلی میں پہچانے۔ شاید اسی لئے کہا گیا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ تو پھر جس نے اپنی پہچان کے بعد اپنے رب کو پہچان لیا تو کیا ہی بڑی پہچان ہے وہ۔

© rasailojaraid.com